3

بموقعہ عید میلاد النبی اور اعراس مشائخ پر بکثرت روشنی کرنے کو ہم اہلسنت چراغاں سے تعبیر کرتے ہیں اسی لئے اس رسالہ میں چراغاں کا ثبوت دیا گیا ہے۔

المسمی بہ

چراغاں کا ثبوت

مصنفہ

شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی

ناشر

مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاولپور

کتبہ [illegible] رضا ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امّابعد ! ہم اہلِ سنّت میلاد شریف کی محافل و مجالس مبارکہ اور اعراسِ مشائخ اور ختمات رمضان المبارک و دیگر دینی امور میں روشنی کا اہتمام کرتے ہیں جسے چراغاں سے تعبیر کیا جاتا ہے اس پر مخالفین حسب عادت بدعت بدعت اور حرام حرام کی رٹ لگاتے ہیں اس پر فقیر مختصر دلائل لکھتا ہے تاکہ اہلِ حق کو تسکین اور اہلِ باطل کی تردید ہو۔

مقدمہ

۱۔ مخالفین صرف نبوت و ولایت کے متعلقات کو بدعت و حرام کہنے کے عادی بن گئے ہیں ورنہ ہزاروں امور وہ خود عمل میں لاتے ہیں۔

۲۔ شرعاً ہر بدعت حرام نہیں بلکہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ ایک ان میں واجب بھی ہے اور مستحسنہ بدعت تو عام مروج ہے یہاں تک کہ دورِ حاضرہ کے دو تہائی امور اسی بدعتِ حسنہ کے تحت مستعمل ہیں جن کی تفصیل فقیر کی کتاب "العصمة عن البدعة" میں ہے۔ ہاں بدعتِ سیئہ مذموم ہے جو ہمارے نزدیک بھی حرام ہے۔

۳۔ بلا دلیلِ شرعی کسی عمل کو بدعت یا حرام کہنا شریعت کے ساتھ مقابلہ اور اللہ پر بہتان تراشی ہے اور یہ قاعدہ مسلّم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:۔

"یَا اَھْلَ الْکِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ (پ ۶ ع ۳)

اے کتاب والو اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ کی نسبت حق بات کے سوا ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نہ نکالو۔"

یعنی اللہ تعالیٰ اہلِ کتاب کو فرماتا ہے کہ امورِ دینیہ میں افراط و تفریط نہ کرو۔ جواہرِ کلام علماءِ حقانی سے جس حد تک ثابت ہو اس میں اپنی طرف سے افراط و تفریط نہ کرو۔ بلکہ بے کم و کاست احکامِ الٰہی بندگانِ خدا تک پہنچا دو۔

۴۔ بدعتِ حسنہ کا یہ مطلب ہے کہ قرآن و حدیث کے اصول و ضوابط کے مطابق ایسا فعلِ جدید جو انہی اصول و ضوابط کی تائید و تقویت کا موجب اور سبب بنے۔ مثلاً اسی چراغاں کو لیجئے کہ ہم سب سمجھتے ہیں کہ محافل و مجالس و مساجد میں چراغاں ایک زیب و زینت ہے۔ کیونکہ ہر مکان پر روشنی زیب و زینت ہے ہی۔ جیسا کہ اندھیری رات میں آسمان جب ستاروں سے جگمگاتا ہے تو کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْیَا

بمصابیح۔ اس آیۃ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چراغوں کا روشن کرنا موجب زینت ہے۔

۵۔ کسی کی فعل کی ممانعت جو اللہ جل جلالہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہوا ہو اسے عمل میں لانا مباح ہے اور ظاہر ہے کہ زینت روشنی کی نہی بنصوص شرعیہ ثابت نہیں ورنہ صحابۂ کرامؓ رضوان اللہ علیہم ہرگز ایسا نہ کرتے۔

۶۔ عندالشرع یہ بات بطور اصول مقرر ہو چکی ہے کہ جس نہج زینت کی نہی شرعاً سے ثابت نہیں وہ خالص مباح ہے اور آیۃ کریمہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ کے حکم میں داخل ہے۔ چنانچہ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

القول الثانی انه یتناول جمیع انواع الزینة جمیع انواع التزیین و یدخل تحتها تنظیف البدن من جمیع الوجوه و یدخل تحتها المرکوب و یدخل تحتها ایضاً انواع الحلی لان کل ذالك زینة ولولا النص الوارد فی تحریم الذهب والفضة والابریسم علی الرجال لکان ذالك داخلا تحت هذا العموم الخ

یعنی آیۃ کریمہ مذکورہ میں مفسرین کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے دو قول

ہیں۔ قولِ ثانی یہ ہے کہ آیۃ کریمہ میں زینت سے مراد تمام انواع واقسام کی زینت مراد ہے پس جس قدر اقسام اور انواع زینت کے ہیں وہ سب اس آیۃ میں داخل ہیں۔ بدن کی صفائی بھی اس میں داخل ہے تمام وجوہ سے (یعنی خواہ صابن کے ساتھ ہو یا کسی دوسری چیز کے ساتھ) سواریاں بھی اس میں داخل ہیں (یعنی خواہ موٹر ہو یا سائیکل، ٹم ٹم ہو یا یکہ وغیرہ) اور زیورات کے کل اقسام بھی آیۃ میں داخل ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں زینت ہیں حتی کہ چاندی سونا ریشم مردوں پر شرعاً حرام نہ ہوتے اور ان کی حرمت میں کوئی نص وارد نہ ہوتی تو وہ بھی مردوں کے لئے حلال ہوتے لیکن چونکہ سونا چاندی ریشم مردوں پر حرام ہے اسی لئے وہ اس آیۃ کریمہ میں سے مستثنیٰ کر دیئے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس آیۃ کریمہ میں جملہ اقسام کی زینت مراد ہے۔ اور جب تک شارع کی جانب سے کسی خاص قسمِ زینت کی نہی وارد نہ ہو اس وقت تک وہ خالص مباح ہے اور اس کو حرام و بدعت کہنا شریعت میں تصرف و دست اندازی کرنا ہے۔ پھر یہی امام صاحب ایک طویل حدیث نقل فرما کر ارقام فرماتے ہیں۔

واعلم انّ هٰذا الحديث يَدُلُّ على ان هٰذا
الشريعة الكاملة تدلّ على ان جميع انواع
الزينة مباح ماذون فيه الاّ ملخصه الدليل
فلهٰذا السبب ادخلنا الكل تحت قوله قل من
حرّم زينة الله (الآية)

یعنی جان لو کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ شریعت کاملہ میں تمام انواعِ زینت مباح خالص ہیں ان کے استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن وہی قسم زینت ممنوع و ناجائز ہے جو کسی دلیلِ شرعی کے ساتھ خاص ہو گئی ہے۔ پس اس وجہ سے تمام اقسامِ زینت (یعنی ہر قسم کی سواریاں، ہر قسم کے اسباب، صفائی بدن کے، ہر قسم کے کھانے کی چیزیں جو منجانب شریعت ممنوع نہیں ہیں) ماتحت آیۂ کریمہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ داخل ہیں۔

نتیجہ ہمارے مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہو گیا ہے کہ کل انواع و اقسامِ زینت مباح و جائز ہیں لیکن جس قسمِ زینت کو شارع نے حرام کر دیا وہ حرام و ناجائز ہے اور جن کو شارع نے حرام نہیں کیا وہ بے شک آیۂ کریمہ میں داخل اور بندوں کو اس کے اختیار کرنے کی اجازت ہے اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ روشنی کرنا اقسامِ زینت سے ہے۔ پس روشنی کرنا آیۂ کریمہ مذکورہ میں داخل ہو کر مسلمانوں کے لئے مباح قرار دی گئی اور نہ صرف مباح بلکہ مستحسن و مندوب ہے۔

باب اوّل

زمانۂ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں چراغاں

حدیث ۱: سیرتِ حلبی جلد ۲ میں امام علی بن برہان حلبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ صدرِ اول میں اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔

انّ المسجد کان اذا جاءت العتمۃ یوقد فیہ بسعف النخل فلما قدم تمیم الداری المدینۃ صحب معہ قنادیل وحبالا وزیتا وعلّق تلک القنادیل بسواری المسجد واوقدت فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوّرت مسجد نا نوّر اللہ علیک اما واللہ لوکان لی ابنۃ لانکحتکھا۔

یعنی جب عشاء کا وقت ہوتا کھجور کی شاخیں جلا کر اجالا کیا کرتے تھے۔ جب حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تو اپنے ساتھ قنادیل، رسیاں اور روغنِ زیتون لائے اور مسجدِ نبوی کے ستون شریف سے وہ قنادیل لٹکائیں اور روشن کیں۔ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیم داری کو دعا دی کہ تو نے ہماری مسجد کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تجھ کو روشنی بخشے۔ خدا کی قسم اگر کوئی

صاحبزادی (غیر شادی شدہ) ہوتی تو میں تیرے ساتھ اس کا
نکاح کر دیتا۔

ف:۔ اس حدیثِ پاک سے چراغاں پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو دعا بھی دی اور انعام کا اظہار بھی۔ الحمد للہ ہمیں یہ عمل نصیب ہے۔ اور یہ اُمید ہیں کہ ہمیں اپنے آقا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعاؤں سے نوازتے ہیں اور چراغاں کرنے والوں کو کل قیامت میں انعامات عطا فرمائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

حدیث ۲: غنیۃ الطالبین[1] ج ۲ ص ۱۰ میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ایک روایت نقل فرماتے ہیں۔ جس میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام روشنی کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔ روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

ترجمہ:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ جس نے اللہ کے گھروں سے کسی ایک گھر میں قندیل روشن کی جب تک وہ قندیل روشن رہے گی ستر ہزار فرشتے قندیل روشن کرنے والے

---

[1] مخالفین غنیۃ الطالبین کو سر پر اُٹھائے پھر رہے ہیں۔ اگرچہ وہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ان کے بھی خلاف ہے لیکن پھر بھی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔
اب لیجیے یہی غنیہ ہے اس میں یہ حکم ہے انہیں چاہیئے کہ اسے بھی مانیں۔ اویسی غفرلہٗ

مغفرت ورحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں)

ف : یہاں سے معلوم ہوا کہ روشنی جو از قسم زینت ہے شرعاً ممنوع نہیں بلکہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں خود حضور کے سامنے تمیم داری رضی اللہ عنہ نے قنادیل روشن کیں اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیم داری کو دعا دی اور اظہارِ خوشنودی اس سے ظاہر ہے کہ فرمایا اگر میری کوئی لڑکی ہوتی تو تجھ سے شادی کر دیتا اور غنیہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ یہ فعل پسندیدہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ مساجد میں روشنی کی ترغیب فرماتے ہیں۔

باب دوم

صحابہ کرام نے چراغاں کیا

۱۔ سیرتِ حلبی جلد دوم میں ہے :

ترجمہ : مساجد میں قنادیل لٹکانا مستحب ہے اور سب سے پہلے یہ کام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ جب لوگوں کو نمازِ تراویح کے لئے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کر کے جمع کیا۔ اس وقت مسجد میں بہت قنادیل لٹکا دیئے جس وقت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا اس طرف گذر ہوا دیکھا کہ مسجد روشنی سے جگمگا رہی ہے تو یہ دعا فرمائی کہ تو نے ہماری

مسجدوں کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تیری قبر کو روشن کرے اے

عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ)

۲۔ غنیہ جلد دوم میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ بروایت خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

ترجمہ: یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مساجد میں تشریف لائے جبکہ مساجد روشنی سے جگمگا رہی تھیں اور لوگ نمازِ تراویح پڑھ رہے تھے۔ پس آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل عمر (رضی اللہ عنہ) کی قبر کو منور فرمائے جیسا کہ انہوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا۔

۳۔ فقیہ ابو اللیث سمر قندی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب تنبیہ میں اور حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے غنیہ میں لکھا ہے کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا دی اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی دعا دی۔

ف: خلفائے راشدین یعنی حضرت عمر، حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہم کا فعل، خوش ہونا اور دعا دینا مساجد میں روشنی کرنے کی کس قدر محبوبیت ظاہر کر رہا ہے اور یہ مذکور ہو چکا ہے کہ اول تمیم داری نے قنادیل روشن کیں اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہارِ مسرت فرمایا۔

سوال:- یہاں یہ شبہ گزرتا تھا کہ روایاتِ سابقہ میں سب سے اول قنادیل

روشن کرنا تمیم داری سے ثابت ہوتا ہے اور پچھلی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اول قنادیل روشن کیں۔

جواب: علامہ حلبی نے سیرۃ حلبیہ جلد دوم میں لکھا ہے کہ اولیت حقیقی اس فعل کی تمیم داری رضی اللہ عنہ سے عہدِ رسالت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں ہوئی بعد ازاں حضرت فاروقِ اعظم عمر رضی اللہ عنہ کو جو اول قرار دیا کہ وہ اولیتِ اضافی ہے یعنی کثرت سے قنادیل روشن کرنا اول آپ سے واقع ہوا۔ کیونکہ تمیم داری رضی اللہ عنہ کی قنادیل جو شام سے لائے تھے گو متعدد تھیں مگر کثیر نہ تھیں اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے قنادیل کثیرہ روشن کیں۔ اصل عبارت یہ ہے۔

ولعل المراد تعلیق ذالك بكثرة فلا يخالف ما تقدم من تميم الداري (ترجمہ اوپر گذرا ہے)

باب سوم

اقوالِ علماءِ کرام

۱۔ تفسیر روح البیان جلد اول میں تحت آیۂ کریمہ انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ۔ شیخ کامل علامہ اسمٰعیل حقی قدس سرہ دربارۂ تزئینِ مساجد فرماتے ہیں:-

ترجمہ: یعنی حضرت سلیمان علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد بیت المقدس تعمیر فرمائی اور اس کے خوبصورت بنانے میں مبالغہ کیا یہاں تک کہ مسجد کے قبہ کے سرے پر کبریت احمر نصب فرمایا۔ حالانکہ اس وقت نہایت عزیز الوجود تھا اور اس کی روشنی زمین سے منتہائے نظر تک معلوم ہوتی تھی اور کاتنے والی عورتیں اس کی روشنی میں بارہ میل کی مسافت سے کام کرتی تھیں اور اسی طرح بخت نصر کے عہد تک رہا پھر اس نے خراب کر دیا۔

۲۔ اسی میں وہ ہے کہ منجملہ اسباب تزئین مسجد قنادیل روشن کرنا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ: یعنی اسباب زینت سے ہے۔ قنادیل کا مساجد میں لٹکانا اور مساجد میں چراغ روشن کرنا اور موم بتی جلانا۔

نتیجہ ان روایات معتبرہ سے واضح ہوگیا کہ مساجد میں بہ نیت ثواب روشنی اور قندیل کے ساتھ مسجد کو زینت دینا پسندیدۂ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی بنا پر علمائے کرام نے استحباب واستحسان کا قول کیا۔

ناظرین غور کریں کہ جس فعل کو حضور پسند فرمائیں اور خلفائے راشدین بنفس نفیس اس کا ارتکاب کریں وہ کیونکر ممنوع وبدعت ہوگیا۔

سوال علامہ اسمٰعیل حقی روح البیان میں بعد نقل کرنے اُن روایات کے جن کو ہم سیرۃ حلبی سے نقل کر آئے ہیں تحریر فرماتے ہیں ،۔

ترجمہ، یعنی بعض علماء نے فرمایا کہ زیادہ روشنی کرنا جس طرح کہ نصف شعبان یعنی پندرھویں رات شعبان کو کرتے ہیں اور اس شب کو لیلۃ الوقود کہتے ہیں اس کا حکم بھی ایسا ہونا چاہیے جیسا تزئین مسجد کا اور نقش و نگار کا۔ وقد کرھه بعضهم واللہ اعلم یعنی بعض علماء نے پندرھویں رات شعبان کو روشنی مکروہ مانی ہے۔ ایسا ہی سیرۃ حلبی میں ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ بعض کے نزدیک مستحب اور بعض کے نزدیک مکروہ۔

جواب ؛ ان دونوں قولوں میں بآسانی تطبیق ہو سکتی ہے وہ اس طرح کہ جو علماء استحباب روشنی کے قائل ہیں اُن کی غرض روشنی سے یہ ہے کہ مساجد میں بہ نیت ثواب قنادیل وغیرہ روشن کرنا مستحب ہے کہ صحابۂ کرام نے مساجد میں ہی روشنی کی۔ اور جو علماء کراہیت کے قائل ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ علاوہ مساجد کے بلا غرض صحیح مثلاً بازاروں وغیرہ مقامات پر روشنی نہ کرنا چاہیے اس میں کوئی فائدہ نہیں محض مال کا ضائع کرنا ہے جس طرح ہمارے زمانہ کے لیڈران قوم کے جلوس میں بازار سجائے جاتے ہیں اور چراغاں کیا جاتا ہے اور وہ بھی نہ صرف مسلمانوں

کے جلوس میں بلکہ غیر ملکی بے دین کفار کے جلوس میں روشنی میں مبالغہ کرتے، بازار سجاتے ہیں - یہ بے شک اسراف ہے جو بحکم قرآن عظیم حرام ہے مگر

انتباہ افسوس ہے ان نام نہاد علماء پر جو کفّار اور بے دین لوگوں کے جلوس میں شرکت کریں اور بازاروں میں روشنی کرائیں اور کرتے دیکھیں - اور حرام و بدعت ہونے کا حکم نہ سنائیں کہ کہیں لیڈران ناراض نہ ہو جائیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد یا لیلۃ المعراج کی خوشی میں اگر کسی مسلمان نے اپنے ایمانی جذبات سے مساجد میں روشنی کی تو وہ گمراہ بدعتی ہو گیا اور فتوٰی بھی جھٹ لگا دیا کہ روشنی کرنا حرام و بدعت ہے۔

خاتمہ

بدعت یا سنّت : ۱- شاہ ولی اللہ دہلوی کے پردادا استاذ علاّمہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہٗ اپنی کتاب کشف النور عن اصحاب القبور میں تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ : یعنی جو بدعتِ حسنہ موافق ہو مقاصدِ شرع کے وہ سنت ہے - اس بدعت کو سنت کہا جائے گا - پس علمائے کرام اولیاء ذی الاحترام و صلحاء عظام کی قبور پر قبہ بنانا اور قبر پوشی یعنی غلاف وغیرہ ڈالنا امر جائز ہے جبکہ مقصود اس سے نظرِ عوام میں صاحبِ قبر کی توقیر و تعظیم پیدا کرنا ہو تا کہ

وہ صاحبِ قبر کی تحقیر و توہین نہ کریں اور اسی طرح اولیاء و علماء کی قبور کے پاس قنادیل روشن کرنا بابِ تعظیم و تکریم سے ہے۔ پس اس میں بھی مقصد نیک ہے اور اولیاء کی محبت و تعظیم کی وجہ سے تیل وغیرہ کی نذر ماننا بھی جائز ہے۔ اس سے لوگوں کو روکنا نامناسب ہے۔" (تفسیر روح البیان ج اول ص ۸۷۹)

دارومدار نیّت پر ہے

۲۔ اربابِ بصیرت پر واضح ہوگا کہ ہر کام میں نیّت کا اعتبار ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے انما الاعمال بالنّیات پس جو روشنی بہ نیت ثواب و تزئین مسجد کی جائے گی وہ ضرور محبوب و پسندیدہ نظر سے دیکھی جائے گی اور جو روشنی محض لہو و لعب اور بے دینوں کی عظمت و تعظیم کے لئے ہوگی ضرور بدعتِ قبیحہ اور حرام ہوگی۔ جیسے جلوس کفار و مشرکین و مرتدین و فساق و مبتدعین پر روشنی کرنا، بازار سجانا، دوکانات آراستہ کرنا، دروازے بنانا جھنڈیاں لگانا یہ سب ناجائز و ممنوع اور خالص اسراف و تبذیر ہے۔

اسلاف صالحین کا طریقہ چراغاں

۳۔ حضرت علامہ حلبی اپنی سیرۃ حلبیہ میں ایک جلیل الشان عالم سے نقل فرماتے ہیں کہ اس عالم نے فرمایا کہ مجھ کو خلیفہ مامون الرشید نے حکم دیا کہ تم یہ حکم نامہ لکھ دو کہ ہماری سلطنت و مملکت میں مسجدوں میں بکثرت روشنی کی جائے۔

لیکن میرے کچھ خیال میں نہ آیا کہ کس طرح لکھ دوں۔ چنانچہ اسی روز مجھ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ روشنی کثیر کے واسطے لکھ دے اس لئے کہ اس میں تہجد گزاروں کا دل لگتا ہے اور مساجد خانۂ خدا ہیں۔ پس خانۂ خدا سے وحشت و ظلمت دفع ہوگی۔

یہ بشارت دیکھتے ہی میں بیدار ہوا اور روشنی کا حکم لکھ دیا۔ سیرت کی اصل عبارت یہ ہے وعن بعضهم قال امرنی المامون ان اكتب بالاستكثار من المصابيح فی المساجد فلم ادر ما اكتب لانه شيئ لم اسبق اليه فأريت فی المنام اكتب فان فيها انس للمتهجدين و نفيا لبيوت الله عن وحشة الظلم فانتبهت و كتبت بذالك الخ

یہ دستور العمل تو خلفائے عباسیہ کا مذکور ہوا۔ اب بعض صلحائے اُمت و اولیائے طریقت کا بھی حال سنیئے۔

۲۔ حضرت خواجہ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ مؤلف تذکرۃ الاولیاء سیدی احمد خضرویہ بلخی رحمتہ اللہ علیہ کے حال میں تحریر فرماتے ہیں (جو خراسان کے معتبر مشائخ اور مشہوران فتوحات سلطانان ولایت اور مقبولانِ قربت میں سے تھے اور ریاضت و کلمات عالی میں مشہور اور صاحبِ تصانیف اور آپ کے ایک ہزار مرید ایسے تھے جو ہوا میں اڑتے اور پانی پر بے تکلف چلتے تھے) کہ

کہ ایک بار ایک درویش آپ کے یہاں مہمان آیا تو آپ نے ستر شمعیں روشن کیں درویش نے کہا کہ مجھے یہ کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ تکلف تصوف سے کچھ نسبت نہیں رکھتا۔ کہا۔ جاؤ اور جو چراغ ہیں نہ خدا کے لئے نہیں جلایا اُسے بجھا دو۔ اس درویش نے رات سے صبح تک پانی اور مٹی ان چراغوں پر ڈالی مگر ایک بھی نہ بجھ سکی۔ دوسرے دن ستر نصاریٰ ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے اس کا حال اس طرح لکھا ہے کہ احمد خضرویہ نے خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ تو نے ہمارے واسطے ستر شمعیں روشن کیں تو ہم نے تمہارے لئے ستر دل نورِ ایمان سے منور کر دیئے۔ (تذکرۃ الاولیا صفحہ ۲۲)

ہو۔ احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے تاکہ موافقین کے دل منور ہوں اور مخالفین کی آنکھیں چکا چوند سے جلیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب النکاح فرماتے ہیں۔

حکی ابو علی الروذباری رحمۃ اللہ تعالیٰ عن
رجل اتخذ ضیافۃ فاوقد فیھا الف سراج
فقال الرجل قد اسرفت فقال لہ ادخل فکلما
اوقد من لغیر اللہ فاطفئہ فدخل الرجل
فلو یقدر علی اطفاء واحد منھا فانقطع

(یعنی امام اجل عارف اکمل سند الاولیاء حضرت سیدنا امام

ابو علی روزباری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ اصحاب اجلہ سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں ۳۲۲ھ میں آپ کا وصال شریف ہے۔ امام عارف باللہ استاذ ابو القاسم قشیری قدس سرہٗ نے رسالہ مبارکہ میں ان کی نسبت فرمایا اظرف المشائخ واعلمھم بالطریقۃ) حکایت فرماتے ہیں کہ ایک بندہ صالح نے احباب کی دعوت کی اس میں ہزار چراغ روشن کیے کسی نے کہا کہ اسراف کیا ہے۔ صاحب خانہ نے فرمایا اندر آئیے۔ جو چراغ میں نے غیر خدا کے لئے روشن کیا ہو اسے گل کر دیجئے۔ معترض صاحب اندر آ گئے۔ ہر چند کوشش کی مگر ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے آخر قائل ہو گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو کام نیک نیتی سے کیا جائے نام و نمود اور فخر مدِ نظر نہ ہو تو پھر وہ کام ہرگز ممنوع نہیں اور جو کام لوگوں کے دکھلانے اور تفاخر کرنے کے لئے ہو وہ بے شک ممنوع ہے۔

خلاصہ

روشنی کے تین درجے ہیں۔

۱۔ بقدر حاجت ضروری ، وہ اس قدر میں حاصل ہے کہ جیسے

صحابہ رضی اللہ عنہم شروع امر میں کھجور کی شاخیں جلا کر اپنی حاجت پوری کر لیا کرتے تھے اس میں مسجد کا فرش اور جائے سجدہ اور نمازی لوگ ایک دوسرے کو نظر آجاتے تھے۔

۲۔ زینت کے لئے یہ فعل امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا تھا کہ تمام مساجد کثرتِ قنادیل سے چمک اٹھی جیسا کہ غنیہ کی عبارت سے ہم ثابت کر آئے ہیں اور جیسا کہ تنبیہ فقیہ ابو الیث رحمۃ اللہ علیہ میں ہے رای القنادیل تزھر فی المساجد اسی طرح حلبی وغیرہ میں ہے۔ غرضیکہ کل روایتوں میں لفظ "تزھر" صیغہ مضارع موجود ہے اور وہ مشتق ہے زہور سے اور معنیٰ اُس کے صراح میں لکھے ہیں "زہور" "روشن شدنِ آتش و بالا گرفتنِ آں" بنا بریں ہم کہتے ہیں کہ یہ فعل امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بلا شبہ حاجتِ ضروری سے زیادہ نہ تھا۔ لیکن یہ بھی ہے کہ قدرِ حاجت زینت سے زیادہ نہ تھا۔

۳۔ یہ زینتِ مکان تو متعدد قنادیل سے حاصل ہو سکتی تھی۔ مگر بلا غرضِ صحیح خواہ مخواہ فخر و نمود و نمائش کے لئے روشنی میں مبالغہ کیا تو بے شک یہ اسراف ہے اور جس کسی نے منع کیا ہے اسی قسم ثالث سے منع کیا ہے نہ کہ قسم اوّل و دوم سے۔

فیصلہ: جو لوگ قسم اوّل و دوم سے، بلا لحاظ نیت حرام و بدعت کہہ دیتے ہیں وہ بہت بڑی کج فہمی کے مرتکب ہوتے ہیں. ان کو چاہیئے کہ حضرت تمیم داری

اور حضرت امیر المؤمنین عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہما وغیرہم کے معمول پر کیا آداب کریں کہ پہلے پہل بغرضِ زینت مساجد یہ فعل انہوں نے کیا جو قدر حاجتِ ضروریہ سے یقیناً روشنی زیادہ تھی۔

گھر کا راج

حجاج جب مکہ معظمہ جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ کعبہ معظمہ، منیٰ، مزدلفہ، عرفات تک، تومیل اس قدر روشنی ہوتی ہے کہ رات نہیں بلکہ دن ہے اور اس کارنامہ کو لوگ سراہتے ہوئے تھکتے نہیں وہاں اسراف و بدعت اور حرام یاد نہیں آتا۔ ہاں وہ حج کی آڑ۔ تو یہاں یہ محسوس نہیں ہوتا کہ اس روشنی کو حج سے نسبت ہے۔ اور یہاں حُبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے۔ اب فیصلہ ناظرین کے ہاتھ میں ہے کہ حُبّ رسول میں داخل ہوں یا خارج۔ ہمارا کام تھا بتانا۔

اہلِ انصاف سے مطالبۂ انصاف

انصاف کرو اے انصاف والو کہ وہ کام جو بہ نیّتِ خیر نجدی کرے تو وہ عین اسلام اور وہی کام۔ اگر بہ نیّتِ خیر و حبّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہم اہلِ سنت کریں تو شرارت و فساد اور فتوئ شرک و بدعت۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو "نجدی" سے پیار ہے اسی لئے یہ لوگ اس کے ہر بنائے ہوئے طریقہ کو عینِ اسلام اور اہلِ اسلام کے مسائلِ متفقہ کو بدعت و شرک قرار دیتے ہیں۔ رنج نہ منائیں تو بتاؤں

نجدی کارنامے اور وہابیوں دیوبندیوں کے اعمال نامے

۱۔ تیرہ سو (۱۳۰۰) سال سے قبہ جات برقبور اولیاء اہل اسلام کے نزدیک جائز لیکن نجدی نے ڈھا دیئے۔ اب ان دیوبندیوں وہابیوں کو قبوں سے اسی لئے ضد ہے کہ نجدی کی سنت ہے۔

۲۔ ساتویں صدی سے تیرہویں صدی تک اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام بالجہر پڑھا جاتا تھا۔ نجدی نے نہ صرف موقوف بلکہ ایک مؤذن (حافظ) کو قتل کرا دیا۔ اب یہ لوگ نجدی کی سنت پر ہمارے دشمن ہیں۔

۳۔ نجدی نے ترکوں کی تیار کردہ مواجہ شریف کے سامنے کی جالی مبارک پر " یا محمد " لفظ " یا " کو مٹایا تو یہ یہاں کی مساجد سے یا محمد (یارسول اللہ) مٹانے کے لئے سردھڑ کی بازی لگاتے ہیں۔

۴۔ سبز قبہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نجدی روشنی، بجلی، قمقمے، کو بدعت سمجھتا ہے لیکن مسجد نبوی اور حرم مکہ کی روشنی اتنی تیز روشن کہ سورج شرمائے۔ اسی لئے یہاں یہ لوگ چراغاں، میلاد داعراس کے دشمن۔ ورنہ خود ان کے جلسوں اور مدرسوں اور نجی محفلوں میں اتنا روشنی تیز ہوتی ہے کہ ہمیں ان کا عشر عشیر (دسواں حصہ) بھی حاصل نہیں۔

۵۔ نجدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کی جالی مبارک کے چومنے

سے چڑتا ہے اور یہ بزرگوں، ولیوں اور کاملوں کے ہاتھ پاؤں چومنے پہ لڑتا ہے۔

غرضیکہ اس فرقہ کی لڑائی ہمارے ساتھ وہی ہے۔ انہی مسائل میں ہے جس میں نجدی کی خوشی ہے ورنہ وہ خود ہزاروں بلکہ کروڑوں بدعات ایجاد کر چکے ہیں کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اور پھر لاکھوں کروڑوں برائیوں کا ارتکاب کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ لیکن ان تمام پر خوشی یا خاموشی لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بزرگوں اور ولیوں کی محبت وعقیدت میں کوئی عمل کریں تو فوراً چیخیں گے چلائیں گے اور بدعت کو سر پر اٹھا کر خلقِ خدا کو پریشان کر دیں گے حالانکہ بات کچھ بھی نہیں ہوتی۔ سوائے اس کے کہ انہیں قلبی بیماری (بغض رسول واولیاء) اندر سے بے قرار کر دیتی ہے۔ انہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا" ان کے دلوں میں مرض ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا۔ یہ اسی آیت کی برکت سمجھئے کہ ان لوگوں کی رگ اور کسی برائی پر نہ پھڑکے گی۔ لیکن جب حب رسول اور عقیدتِ اولیاء میں جو بھی کام کرو گے فوراً بولیں گے بدعت، حرام، شرک وغیرہ وغیرہ۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ہمارے جملہ امور عین اسلامی ہیں صرف اطوار بدلے ہیں اور طور اطوار بدلنے سے احکام بدل نہیں جاتے۔ علامہ اقبالؒ نے خوب فرمایا ہے کہ:۔

زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ انسان کی طبائع، ان کے افکار اور ان کے نقطہ ہائے نگاہ بھی اس کے ساتھ ہی بدلتے

رہتے ہیں۔ لہذا تیوہاروں کے طریقے اور مراسم بھی ہمیشہ متغیر ہوتے رہتے ہیں اور استفادہ کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے مقدس دنوں کے مراسم پر غور کریں اور جو تاریخ کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں ان کو مدنظر رکھیں۔

منجملہ ان مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لئے گئے مختص کئے گئے ہیں۔ ایک میلادالنبی کا دن بھی ہے۔ میرے نزدیک کسی کی دماغی اور قلبی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہترین ہو۔ وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے۔ چنانچہ میرے لیے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنائیں تاکہ جذبۂ تقلید اور جذبۂ عمل قائم رہے۔

(دانا الہام (ہفت روزہ بہاولپور) ایڈیشن عید میلادالنبی)

بجا فرمایا علامہ مرحوم نے اور یہ امر نہ صرف عقیدت گاہوں تک محدود ہے بلکہ عبادت گاہوں کا بھی یہی حال ہے کہ اگر کسی مسجد کو اتنا نہ سنگارا جائے اور نہ ہی اس میں قالین وغیرہ بچھائی جائیں اور نہ ہی روشنی کا انتظام ہو اور نہ ہی پانی کے نوایجاد امور کو اپنایا جائے بلکہ خیر القرون والی کیفیت برقرار رکھی جائے کہ سیدھی

سادی مسجد بنائی جائے جس میں نہ روشنی نہ بلب اور نہ ہی دیگر لوازمات اور آسانیاں تو پھر دیکھئے مسجد میں کتنا نمازی آتے ہیں ۔ کچھ یہی کیفیت سیرۃ رسول کی اشاعت کی ہے کہ اس میں نو ایجادیں محض ضرورت کی بناء پر ہیں ورنہ نہ مسجد و دیگر اعمال کے متعلقات بدعت ہیں اور نہ ہی سیرتِ رسول کی اشاعت کے لوازمات ہاں اس بدبخت کا ذہن بدعت زدہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے متعلقات کے لئے تو مسخ پا ہو جاتا ہے لیکن وہی امور خود اپنے لئے حلال اور جائز بلکہ عین اسلام سمجھتا ہے ۔

مزید تفصیل فقیر کی کتاب " العصمۃ عن البدعۃ " میں ہے ۔ بقدرِ ضرورت کچھ کیا عرض کر دیا ہے ۔

فقط والسلام

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم الامین وبارک وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ۔

انا الفقیر القادری ابو الصالح

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور ۔ پاکستان

۔ ۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۳ ھ ، ۱۳ جنوری ۱۹۸۳ ء بروز جمعہ بعد نماز اشراق ۔